نقاب پر بحث پر مزید تبصرہ

ایک بار پھر پچھلے دنوں عورتوں کے چہرے کا نقاب خبروں کی سرخی اور بحث وتمحیث کا موضوع بنا رہا ہے۔ چنانچہ ایک فورم پہ کچھ ساتھی اس موضوع پہ اظہار رائے کرتے رہے۔ آج کے کالم میں ان کے افادے اور غور وفکر کیلئے چند نکات پیش کروں گا جس سے انشاءاللہ ان سب قارئین کو فائدہ ہوگا جو اس موضوع پر جو بھی رائے رکھتے ہیں اس لئے رکھتے ہیں کہ وہ اسے قرآن وسنت پہ مبنی صحیح رائے سمجھتے ہیں۔ اور ان کا اختلاف نیک نیتی سے ہے وگرنہ انکا ارادہ یہی ہے کہ قرآن جو کہتا ہے اسے وہ بسر چشم قبول کریں۔ اور اگر ان کی رائے قرآن کے احکام سے مختلف ہو تو وہ فوراً اپنی رائے سے رجوع کر کے قرآن کا حکم قبول کرلیں۔

کسی بھی معاملے میں اسلامی تعلیمات کو سمجھتے اور ان پر غور وخوض کرتے ہوئے ہمیں یہ ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اسلام ایک نظامِ زندگی (system of life) ہے۔ کسی بھی نظام، سسٹم (system) یا مشین (machine) کی طرح اسلام کا ہر پرزہ دوسرے پرزوں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ لہٰذا کسی ایک پرزے کا کام، فائدہ اور ڈیزائن کی خوبی (function, role, design, usefullness, etc.) سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کو نظام کے ایک حصّے کے لحاظ سے دیکھا جائے۔ نظام سے ہٹا کر علیٰحدگی میں اس کو جانچنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اور یہ بھی کہ اس پرزے کا موازنہ کسی دوسری مشین کے اس جیسے پرزے سے کرنا عبث ہے۔ ایسے ہی جیسے ایس اے پی (SAP) کے کسی چھوٹے سے حصّے کا موازنہ (Oracle Financials) اوریکل کے کسی حصّے (module) کے ساتھ، یا جیٹ انجن کے پرزے کا موازنہ کسی کار انجن کے پرزے کے ساتھ کیا جائے۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات پہ غور کرتے ہوئے ہمیں کسی اسلامی حکم کا موازنہ غیر اسلامی مروجہ طریقوں کے ساتھ نہیں کرنا چاہیے بلکہ خالص طور پر اسلامی نظام کے پرزے کی حیثیت سے کرنا چاہیے۔ تب ہمیں اسلام صحیح سمجھ میں آئے گا۔ پھر جب اسلام سمجھ میں صحیح آجائے تو ہم اسے جیسا ہے ویسا قبول کر کے ان سوالات پر توجہ دے سکتے ہیں کہ صحیح اسلامی نظام تک پہنچنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہیے اور جب تک وہ نظام قائم نہیں ہوجاتا اس وقت تک ہم کیا کریں؟

مندرجہ بالا مثال کے مصداق، اسلام کا سماجی ومعاشرتی نظام جو اس کے قانونی معاشی، سیاسی، روحانی وغیرہ تمام دوسرے نظاموں سے مشین کے مختلف حصّوں کی طرح وابستہ و پیوستہ ہے اور اس کے سماجی ومعاشرتی نظام کے مختلف پُرزے بھی ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہیں۔ اس سماجی ومعاشرتی نظام کا مقصد ایسا صحتمند، خوبصورت، پاکیزہ، اور صاف ستھرہ معاشرہ پیدا کرنا اور برقرار رکھنا ہے جو اچھے جذبات۔ محبت وشفقت، مودت ورحمت اور اتفاق واتحاد سے بھرپور ہو اور اتنا پاک وصاف ہو کہ اُس میں جنسی خیالات وجذبات اور انکا اظہار وعمل صرف اور صرف شوہر اور بیوی کے درمیان ہو۔

اس نظام کے تحت گھریلو معاملات میں معاشرے کے مستقبل کا ذمہ دار عورت کو بنایا گیا ہے کہ وہ آئندہ نسل (بچوں) پر پوری توجہ صرف کر کے ان کی ایسی پرورش کرے کہ وہ بہترین اخلاق وکردار اور ذہنی ونفسیاتی صحت کے حامل اور عمدہ صلاحیتوں والے بن کر جوان ہوں۔ اور حال کا ذمہ مرد کو دیا گیا کہ وہ گھر کی کفالت اور گھر اور باہر کی دوسری حالیہ ذمہ داریاں پوری کرے۔ ان ذمہ داریوں کو اور پاکیزگی کے مقصد، دونوں باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عورتوں اور مردوں کے میل جول (socializing) کے اصول اس طرح وضع کئے گئے، جو نہ عورت کی ذمہ داریوں میں کوئی رکاوٹ ڈالیں اور نہ مرد کی ذمہ داریوں میں، لیکن معاشرے کو پاک وصاف رکھنے میں اہم کردار ادا کریں۔

ان اصولوں کے تحت اپنے گھر میں عورت کو ہر طرح کی آزادی عطا کی گئی۔ گھر کے دوسرے محرم افراد، بچوں، عورتوں وغیرہ کی موجودگی میں اسے آزادی دی گئی کہ وہ اپنی زنیت کو چھپائے بغیر آزادی سے رہے اور اپنا کام کاج کرے۔ لیکن غیر محرم افراد کی موجودگی کے دوران عورت پر کچھ پابندیاں لگائی گئیں۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مسلمانوں کو معاشرتی احکام سکھائے اور بتایا کہ جب مسلمان اپنے عزیز واقارب اور دوست احباب کے ساتھ ملیں جلیں، تو مندرجہ ذیل آداب اختیار کریں:۔

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک تم کو اجازت نہ دیدی جائے، اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ، تو واپس ہوجاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے،۔۔۔ اے نبیؐ مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ اُن کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے باخبر رہتا ہے۔ اور اے نبی، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اُس کے جو خود ظاہر ہوجائے، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے مملوک، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں، اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہوجائے۔ اے مومنو، تم مِل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے“۔

ان آیات سے واضح ہے کہ خمار، جسے آج کل غلطی سے حجاب کا نام دیا جاتا ہے، اصل میں عورتوں کے لئے غیر محرم عزیز واقارب اور دوست احباب کے سامنے آتے ہوئے اپنے آپ کو ڈھانکنے کی اوڑھنی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ عورت کی ایسی کوئی بھی زینت جو مرد کو غیر مناسب توجہ دینے پر آمادہ کرے اس کو چھپایا جائے، تا کہ نہ مرد کو بلاوجہ تحریک ہو، نہ عورت بُری نظر کا نشانہ بنے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد سر پر ایک رومال باندھ کر نیچے چست یا باریک لباس پہننے سے پُورا نہیں ہوتا بلکہ یہ مقصد اس وقت پُورا ہوتا ہے جب بدن کا لباس ایسا باریک یا چست نہ ہو جو جسم کی بناوٹ یا اس کے محاسن کو نمایاں کرے اور خمار خود اتنا موٹا اور بڑا ہو کہ سر، گردن، سینہ وغیرہ اچھی طرح ڈھانک لے۔

اب اگر جسم اور اس کی آرائش وبناوٹ چھپی ہوئی ہو تو عورت کے چہرے کی کشش بہر حال مرد کے جذبات کو اور مرد کی کشش عورت کے جذبات کو اُبھار سکتی ہے۔ شیطان کو اس دروازے سے دراندازی سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں مردوں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ نگاہ بچا کر رکھیں، جس کے لئے غض بصر کا لفظ استعمال کیا۔ غض کا مطلب ہے نظر کو پست رکھنا۔ مفسرین کے نزدیک پست رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ نظر ایسے بچا کر رکھی جائے کہ عورتیں اور مرد ایک دوسرے کو گھور گھور کر نہ دیکھیں یعنی بات چیت کرتے ہوئے جنسی نقطۂ نظر سے ایک دوسرے کے محاسن کا جائزہ نہ لیں یا ان سے لطف اندوز نہ ہوں۔ اگر ملتے جلتے یا بات چیت کرتے ہوئے عورت یا مرد کے ذہن کی توجہ دوسرے فریق کے جسمانی محاسن، خدوخال یا جاذبیت کی طرف ہو جائے تو وہیں سے نظر فوراً بچا لینی یا ہٹا لینی ضروری ہے۔ اور اس کا اطلاق دونوں فریقین پہ ہوتا ہے۔

یہ احکام ان تمام جگہوں کے لئے ہیں جہاں ایک دوسرے کو جاننے پہچاننے والے مسلمان مرد اور عورتیں سماجی ضرورتوں کے لئے جمع ہوں اور اس میں مساجد بھی شامل ہیں۔

لیکن جب عورت کو اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر اجنبیوں کے سامنے آنا پڑے تو پھر اس کے احکام سورہ احزاب میں بیان ہوئے:۔

”اے نبیؐ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اُوپر اپنی چادروں (جلباب) کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تا کہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے“۔

اس آیت میں جلباب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جلباب عربی زبان میں بڑی چادر کو کہتے ہیں جو عرب شرفاء کی عورتیں اور مسلمان عورتیں اپنے جسم پر ڈال کر گھر سے نکلتی تھیں۔ اور اِدناءَ علیٰ کے معنی لپیٹ کر اوپر سے لٹکا لینے کے ہیں۔ اس لیے آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اپنی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ کر اُن کا ایک حصہ، یا ان کا پلّو اپنے اوپر سے لٹکا لیا کریں، جسے عرفِ عام میں گھونگھٹ ڈالنا کہتے ہیں۔

یہ تو ہیں اسلامی تعلیمات جس کے مطابق مسلمانوں کو اپنا معاشرہ قائم کرنا اور چلانا چاہیے۔ اور یہ اسلامی تعلیمات باقی ماندہ اسلامی نظام میں ایک پرزے کی طرح فٹ ہوکر اپنی برکتیں اور اپنے فوائد مہیا کرتی ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلم بھی ہونگے جو اِن قوانین کے پابند نہیں ہیں۔ عورتوں کی حفاظت تو جلباب اور گھونگھٹ کے ذریعے ہوگئی۔ مگر مردوں کو ان کی عورتوں سے بچتے رہنا ہوگا اور انتہائی سختی سے غض بصر سے کام لینا ہوگا۔

مگر اصل مسئلہ آج کل یہ ہے کہ اسلامی نظام کا وجود نہیں ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ہم غیر مسلموں کی اکثریت کے درمیان اقلیت ہیں۔ ایسے ماحول میں مسلمان مرد اور عورتیں کیا کریں؟

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات تو وہی ہیں جو ہیں۔ ہم ان میں ردّ وبدل نہیں کر سکتے۔ ان حالات میں سب سے بڑا فرض جو ہم میں سے ہر فرد پر عائد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ پورے کے پورے دین کو معاشرے میں نافذ کرنے کا مقصد سامنے رکھتے ہوئے جو بھی تعمیری جدّ وجہد کر سکتے ہیں، اس کو اپنی زندگی میں اوّلین اہمیت دیں اور اس میں اپنا وقت مال، صلاحیتیں سب کچھ کھپا دیں۔ اور جب تک وہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا، جہاں تک ممکن ہو ہم اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش کریں اور اس میں عزیمت کی راہ اختیار کریں یعنی سہولتیں اور رخصتیں ڈھونڈھنے کی بجائے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے آخری حد تک کوشش کریں۔ وہ آخری حد کیا ہے؟ اس کا تعین ہر ایک کو خود کرنا ہے اس خیال سے کہ کل کو اللہ کے ہاں جواب دیا جا سکے کہ یا اللہ یہ آخری حد تک کوشش تھی جو ان حالات میں ہم کر سکتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس بات کو قبول فرمالے کہ واقعی تم لوگوں نے اتنا عمل کرلیا جتنا ان حالات میں ممکن تھا۔ اس کوشش میں اگر ہمارے عمل میں کمزوریاں اور خامیاں ہوں تو نہ تو ہم ان کا جواز پیدا کرنے کی کوشش کریں اور نہ ہی ہم ان کی وجہ سے اصل اسلامی تعلیمات کے منکر ہو جائیں۔ بلکہ اصل اسلامی تعلیمات کو مانتے ہوئے اپنی کمزوریوں اور خامیوں کا اعتراف کریں اور ان کے لئے اللہ سے معافی کے طلبگار ہوں اور بہتر سے بہتر عمل کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔